Journal of Religion & Society (JR&S)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Evolutionary Eras in the Codification of *Usul al-Fiqh* and the Pedagogical Tradition of the Subcontinent: A Historical and Analytical Review

تدوینِ اصولِ فقہ کے ارتقائی ادوار اور برصغیر کی درسی روایت: ایک تاریخی و تحلیلی جائزہ

Dr. Loqman Ahmad
Lecturer in Islamic Studies, Bacha Khan University Charsadda
loqman550@gmail.com
Sajjad Ali
BS in Islamic Studies, Bacha Khan University Charsadda
sajjadsardar33444@gmail.com

Abstract
This research paper presents a comprehensive and analytical study of the historical evolution of Usul al-Fiqh (Principles of Islamic Jurisprudence) and its pedagogical dimensions within the traditional educational framework of the Subcontinent. The primary objective of this study is to trace the developmental stages of jurisprudential codification, originating from the Prophetic era, progressing through the periods of the Companions) Sahabah (and Successors) Tabi'un ,(and reaching its academic zenith during the golden age of the jurists) Fuqaha .(Furthermore, the paper delves into the unique academic landscape of the Subcontinent, highlighting how local scholars initially focused on writing commentaries and glosses on classical texts. In this context, a detailed critical commentary is provided on the selected textbook curriculum of Dars-e-Nizami ,including Usul al-Shashi ,Usul al-Bazdawi ,Muntakhab al-Husami ,Al-Tawdih wa al-Talwih ,Nur al-Anwar ,and Musallam al-Thubut .This study underscores how these pedagogical texts serve as a monumental intellectual heritage) Turath (of the region, fostering jurisprudential acumen and legal expertise among students for centuries. Utilizing a historical and descriptive methodology, this research establishes the academic significance of the Subcontinent's jurisprudential legacy in the contemporary era.

Keywords: *Codification of Usul al-Fiqh, Subcontinent Pedagogy, Dars-e-Nizami, Classical Curricular Texts, Intellectual Heritage*

مقدمہ:(Introduction)

علمِ اصولِ فقہ اسلامی علوم کا وہ کلیدی ضابطہ ہے جو مآخذِ شریعت سے احکامِ فرعیہ کے استنباط اور استخراج کے لیے بنیادی قواعد فراہم کرتا ہے۔ یہ علم محض چند نظری قوانین کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک متحرک فکری نظام ہے جس نے ہر دور میں مسلم معاشرے کی قانونی اور اجتہادی رہنمائی کی ہے۔ اصولِ فقہ کی تدوین وارتقاء کی تاریخ، اسلامی فکر کے تنوع اور اس کے علمی سفر کی حقیقی آئینہ دار ہے۔ عہدِ رسالت مآب ﷺ اور عہدِ صحابہ کرامؓ میں اگرچہ اس علم کے قواعد عملی طور پر موجود تھے، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس نے باقاعدہ ایک منظم سائنس کی شکل اختیار کی۔ اس عالمی علمی سفر کا ایک گراں قدر اور اچھوتا پہلو اس علم کا برصغیر پاک وہند کی علمی و درسی روایت میں منتقل ہونا ہے۔ برصغیر کے اسلامی تعلیمی نظام، بالخصوص درسِ نظامی میں اصولِ فقہ کو ایک لازمۂ درس کے طور پر شامل کیا گیا، جہاں اصول الشاشی، حسامی، نور الانوار اور التوضیح والتلویح جیسی کتب کو نصاب کا حصہ بنایا گیا۔ یہاں کی درسی روایت نے نہ صرف روایتی متون کا تحفظ کیا، بلکہ شروحات اور حواشی کے ذریعے اس علم کی تفہیم کو عام کیا۔ موجودہ دور میں اصولِ فقہ کے عمومی ارتقاء پر تو کام موجود ہے، لیکن اس کے تاریخی ادوار کو براہِ راست برصغیر کی "درسی

روایت" کے تناظر میں دیکھنے اور اس کا تحلیلی جائزہ لینے کا رجحان کم ہے۔ زیرِ نظر تحقیقی مقالہ اسی خلا کو پُر کرنے کی ایک علمی کاوش ہے۔ اس تحقیق میں تاریخی اور تحلیلی طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے، جہاں علمِ اصولِ فقہ کے بنیادی تشکیلی ادوار کا احاطہ کیا گیا ہے، وہاں برصغیر کے تعلیمی منظر نامے میں اس علم کی تدریسی اہمیت، منتخب درسی کتب کے مناہج اور ان کی معاصر معنویت کا اکیڈمک جائزہ لیا گیا ہے۔

اصول فقہ کی تعریف اور مصداق :

"اصول الفقہ" کا لفظ شرعی علوم میں ایک خاص علم کا نام ہے۔ لیکن خاص علم کے نام بننے سے پہلے دو الفاظ سے مرکب ہے۔ اس کا پہلا لفظ "اصول" مضاف اور دوسرا لفظ "الفقہ" مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی ہونے کی بناء پر "اصول الفقہ" کا ہر جزء الگ مستقل معنی پر دلالت کرتا ہے پھر دونوں الفاظ کو جمع کرکے ایک خاص فن وجود آنا ہے میں جیسے ہم "اصول فقہ" کہتے ہیں۔ اصول فقہ کے علماء اصول فقہ کی تعریف دو طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ ایک کو" حد لقبی" کہا جاتا ہے دوسرے کو "حد اضافی" ۔ حد اضافی سے مراد یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کی الگ الگ تریف کی جائے، اور "حد لقبی" سے مراد یہ ہے کہ مضاف، مضاف الیہ کے مجموعی حیثیت کو لقب بنایا جائے اور لقب کی تعریف کی جائے۔

اصول فقہ کی حد اضافی:

"اصول "کا لغوی معنی: اصول جمع ہے اس کا مفرد "اصل" آتا ہے جس کے لُغتاً اور اصطلاحاً کئی معانی بیان کئے جاتے ہیں۔" اصل" کے لغوی معانی مندرجہ ذیل ہیں:

1۔"ماینبنی علیہ غیر ہ سواء کان البناءحسیا او عقلیا او عرفیا"[1](جس پر کسی دوسری شئ کی بنا کی جائے خواہ وہ بنا حسی، عقلی یا عرفی ہو)۔التنقیح والتو ضیح میں ہے۔"الا صل مایبتنی علیہ غیرہ فالا بتناء شامل للا بتناء الحسی وھو ظاہر والا بتنا ء العقلی وھو ترتب الحکم علی دلیلہ" [2]۔اس میں صرف "ابتناء العقلی" یعنی حکم کو اس کی دلیل پر مرتب کرنے کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ یعنی دلیل حکم کے لیے اصل ہے اور حکم اس کے لئے فرع ہے۔ شیخ العمریطیؒ[3] نے فرمایا:"فا لاَ صلُ مَاعلیہِ غیرٌ بُنِیَ ۔والفرع ماعلی سوا یبنی "[4]اس معنی میں انہوں نے فرع کی تعریف کا اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کی فرع وہ ہے جو کسی دوسری چیز پر مبنی ہو۔ سید علوی[5]اس شعر کے تحت فرماتے ہیں:الا صل لغۃ "ھو الشی والمحسوس او المعقول الذی یبنی علیہ غیرہ

1۔ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی المصری، متوفی 711ھ، بیروت دار صادر ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء، لسان العرب ج ۱/ ص89۔

2، صدر الشریعہ، عبید اللہ بن مسعود حنفی، متوفی 747ھ، التنقیح والتوضیح، بیروت، دار لکتب العلمیہ ۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء، ج ۱/ ص15۔

3 یحیٰ بن نور الدین ابو الخیر بن موسیٰ العمریطی الشافعیؒ الانصاری، 989ھ میں فوت ہوئے ہے۔ شافعی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ مختلف علوم وفنون کے ماہر تھے، اور علوم وفنون کے منظومے بھی لکھ چکے ہیں۔ جیسے نحو میں "الدرۃ البحصیحہ فی نظم الاجرومیۃ"، فقہ میں "نظم التحریر" اور اصول فقہ میں "تسھیل الطرقات" تحریر کی ہے ۔الزركلي، خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الدمشقي (المتوفى:1396ه۔)، الناشر: دار العلم للملايين، الطبعة: الخامسة عشر - أيار / مايو2002م، ج5ص88۔

4۔العمریطیؒ شرف الدین یحیٰ بن بدر الدین شافعی۔ تسیھل الطرقات فی نظم الورقات، سعودیہ وزارت نشرواشاعت ۱۴۱۱ھ، ص15۔

5سید محمد علوی بن علوی بن عباس مالکی، آپ مکہ مکرمہ میں 1944 کو پیدا ہوئے، ان کے والد علوی بن عباس مسجد الحرام میں استاد تھے۔ مالکی فقہ کے سرکردہ مذہبی مسلمان علماء میں سے تھے۔ اپ مکہ مکرمہ 2004ء میں وفات پاگئے ۔ علوی۔ سید محمد بن علوی مالکیؒ، شرح تسھیل الطرقات۔ فی نظم الورقات، سعودیہ وزارت نشرو اشاعت ۱۴۱۱ھ، مقدمہ، د۔

کاصل الجدار الذی ھو اسا سہ'' [6](لغت میں اصل اس محسوس ومعقول شی کو کہتے ہیں جس پر کسی دوسری کی بناء رکھی گئی ہو۔ جیسے اصل الجدار وہ ہے جس پر اس (دیوار) کی بنیاد ہے)۔

2۔**المحتاج الیہ** (جس کی طرف احتیاج[ضرورت]ہو)اصل کی دوسری لغوی معنی امام رازیؒ[7] نے بیان کیا ہے کہ ''المحتاج الیہ ''یعنی جس کی طرف احتیاج(ضرورت)ہو[8]۔

۳۔ علامہ آمدی[9]اصل کی لغوی معنی کرتے ہوئے لکھتے ہے۔''ما یستند تحقق ء الیہ''(کسی چیز کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے جس چیز کی طرف رجوع ہو وہ اصل ہے)۔[10]

۴۔ امام اسنویؒ[11] کے نزدیک اصل کی معنی ہے۔''مامنہ الشئ ''(جس سے کوئی شئ نکلے)۔[12]

۵۔ اسی طرح امام اسنوی نے یہ معنی بھی لکھا ہے۔''منشا الشئ''(کسی شئ کے پیدا ہونے کی جگہ)۔ [13]

علماء اصول کے نزدیک پہلا اور پانچواں معنی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اصل کی اصطلاحی معنی:لفظ''اصل'' کے کئی اصطلاحی معنی بیان کئے جاتے ہیں جن میں سے چند مشہور مندرجہ ذیل ہیں:

(ا)**الدلیل:**[14]فقہ کی کتابوں میں کثرت سے اصل کی معنی''دلیل''کیا جاتا ہے۔مثلاً جب یہ بولا جاتا ہے کہ:''اصل ھذہ المسالۃ :الکتاب و السنۃ'' تو اس کا مطلب ہوتا ہے:الدلیل ھٰذ ہ المسا لۃ اور''الا صل فی و جوب الصلوٰۃفی قو لہ تعالیٰ تو مطلب ہوتا ہےالدلیل فی وجوب الصلوٰۃ اوراسی طرح الا صل فی تحریم الزنی قولہ تعالی "ولا تقبو الزنیٰ"[15]تو مطلب ہوتا ہے الدلیل فی تحریم الزنی۔

---

[6]۔علوی۔سید محمد بن علوی مالکیؒ،شرح تسہیل الطرقات۔فی نظم الورقات، سعودیہ وزارت نشرو اشاعت ۱۴۱۱ھ،،ص15۔

[7]- علامہ فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسینی، ایران میں 543ھ کو پیدا ہوئے، مشہور محدث اور فقیہ ہو گزرے ہے۔ شوافع سے تعلق رکھتے تھے۔ محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے پائے کے مفسر و مصنف بھی تھے۔606ھ کو وفات پا گئے تھے۔ ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد(852ھ)،الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ، مجلس دارہ معارف،ط-دوم1392ھ،ج2ص400۔

[8]۔الرازی،احمد بن عمر بن الحسین شافعی، متوفی606ھ،المحصول فی علم الاصول ،بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء، ج ا ص9۔

[9]ابو الحسین سید الدین علی بن ابو علی بن محمد بن سالم(551ھ) میں آمد، دمشق کے دیار میں پیدا ہوئے۔اصولی عالم تھے۔پہلے حنبلی المسلک تھے بعد میں مذھب شافعی اختیار کیا۔ فقہ شافعی کے درس و تدریس کے لیے بغداد سے مصر اور مصر سے شام تک کے اسفار کیں۔اخر میں شام میں 631ھ کو فوت ہوئے، ابن خلکان، ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابراھیم(681ھ)وفیات الاعیان، دار الصادر، بیروت، ج1ص329۔

[10] الامدی، سیف الدین ابو الحسین علی بن ابی علی شافعی، متوفی(631ھ)،الاحکام فی اصول الاحکام ،بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء، ج ا ص ۱۰۔

[11]ابراھیم بن ھبۃ اللہ بن علی الحمیری، نور الدین الاسنوی، مصر میں پیدا ہوئے اپنے زمانے کے بڑے علماء میں سے جانے جاتے تھے۔شافعی المسلک تھے اور اپنے علاقے کے قاضی رہے بعد میں قاہرہ منتقل ہوئے اور وہاں 772ھ میں وفات پاگئے۔الاعلام للزرکلی ج1ص78۔

[12] ۔الاسنویؒ،جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن، نھایہ السول۔بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵۔۱۹۸۴ء، ج ا ص18۔

[13] ۔حوالہ سابقہ۔

[14] ۔حوالہ سابقہ۔

[15]- الاسراء32

(۲) **الرجح** اس کی مثال یہ ہے کی جب بولا جاتا ہے ''الا صل فی الکلام الحقیقۃ''[16]:(کلام میں اصل حقیقت ہے)تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب قرینہ نہ ہو تو سامع کے لیے اس کے حقیقی معنی ترجیحاً مراد ہوں گے نہ کہ مجازی معنی۔اور اسی طرح جب قرآن و قیاس باہم متعارض ہوں تو کہا جاتا ہے'' فا لقرآن اصل با لنسبۃ للقیاس''(قرآن بہ نسبت قیاس کے اصل ہے)تو مطلب ہوتا ہے کہ قرآن کو قیاس پر ترجیح ہو گی۔

(۳)القاعدۃ / القاعدۃ الکلیۃ:[17]رسالت مآب ﷺ کے فرمان'' لا ضرر و لا ضرار '' [18](نہ نقصان پہنچاؤ اور نہ اُٹھاؤ)اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ بھی قواعد میں سے ایک قاعدہ ہے۔اسی طرح دیگر قواعد الفقہ کی کتابیں جس میں فقہی قواعد ذکر ہوتے ہیں اصل سے مراد وہ قواعد ہیں۔

''الفقہ''کا لغوی معنی

ا۔اصول الفقہ کے دوسرے جزء''الفقہ''جو مضاف الیہ ہے اس کی لغوی معنی اور لغت کے اعتبار سے فقہ باب سمع بمعنی جاننا اور فقہ باب کرم یکرم سے بمعنی فقیہ ہو جانا دونوں درست ہے۔لسان العرب میں اسی طرح مذکور ہے:

"وَفَقِہَ فِقْہًا بمعنی عَلِمَ عِلْمًا۔۔۔۔وقد فقہ فقاھۃ و ھو فقھیہ من قوم فقھاء"[19]

۲۔''فھم غرض المتکلم من کلا مہ''[20](متکلم کے کلام سے اس کی غرض سمجھ جانا)ابو الحسین[21] نے''المعتمد ''میں اور امام رازی نے بھی فقہ کے یہ معنی ذکر کیا ہیں۔مگر اس تعریف سے اتفاق کرنا مشکل نظر آتا ہے کیونکہ پرندوں کی بولی سے ان کی غرض سمجھ آجانے کے باوجود اسے فقہ نہیں کہا جا سکتا۔اور دوسری بات یہ کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: " وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ" [22](نہیں ہے کائنات میں کوئی چیز مگر وہ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اس کی حمد کرتے ہیں لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے)۔اس آیت مبارکہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متکلم کی عرض سمجھ نہ آنے پر بھی''فقہ'' کا لفظ استعمال کیا۔

۳۔''فھم الاشیا ء الدقیقۃ''[23](اشیاء دقیقہ کے فہم کا نام فقہ ہے)اس معنی کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ اہل عرب''فقھت کلامک ''(میں نے تمہارے کلام سے اعراض واسرار کو سمجھ لیا)تو استعمال کرتے مگر وہ یہ نہیں بولتے کہ''فقھت ان السماء فوقنا''(میں نے جان لیا کی آسمان ہمارے اُوپر ہے)کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ آسمان ہمارے اُوپر ہی ہوتا ہے اور اس کے سمجھنے میں کسی قسم کی مشکل نہیں پائی جاتی۔یہ موقف اختیار کرنے والے کہ لفظ'' فقہ'' دقیق شئ کے ادراک پر دلالت کرتا ہے قرآن کریم کی یہ آیت دلیل پیش کرتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے

---

16 بدران، ابو العینین، اصول الفقہ، مصر دار المارف ۱۹۶۵ء، ص22۔

17 حوالہ سابق

18 ابن ماجہ ۔ابو عبد اللہ محمد بن یزید، متوفی(273ھ)، سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب عن بنی حقہ مایضر بجارہ۔رقم الحدیث2340۔

19 ابن منظور افریقی ،متوفی711ھ، لسان العرب ،بیروت دار صادر ۱۳۷۴ھ،۱۹۵۵ء،ج13ص522۔

20 ۔ابو الحسین محمد بن علی الطیب البصری المعتزلی متوفی436ھ۔لمعتمد فی اصول الفقہ ۔بیروت، دار الکتاب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء۔، ج1ص4۔

21 ابو الحسین محمد بن علی الطیب البصری، بصرہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں رہائش پذیر تھے اور بغداد میں ہی436ھ کو فوت ہو گئے تھے۔معتزلہ کے سر کردہ ائمہ میں سے تھے۔بہت سے کتابوں کے مصنف رہے ہیں۔الاعلام للزرکلی ج6ص275۔

22 الاسراء ۴۴

23 اسنوی ۔اما م شافعی(776ھ)، نہایۃ السول،بحوالہ شرح اللمع لابی اسحاق شیرازی ، ج1ص19۔

فرمایا:" وَ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ فَمُسۡتَقَرٌّ وَّ مُسۡتَوۡدَعٌ ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّفۡقَہُوۡنَ "[24](اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر (تمہارے لئے) ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی۔ بے شک ہم نے تفصیل سے دلیلیں بیان کر دی ہے ان لوگوں کے لئے جو حقیقت کو سمجھتے ہیں) اور اسی طرح دوسری دلیل "قَالُوۡا یٰشُعَیۡبُ مَا نَفۡقَہُ کَثِیۡرًا مِّمَّا تَقُوۡلُ "[25](وہ بولے: دعوت کی نفی مراد تھی۔ مطلب یہ تھا کہ جو دعوت تم دے رہے ہو اس کے اسرار کو ہم نہیں سمجھ پا رہے ہیں ورنہ ظاہراً تو وہ سمجھ ہی رہے تھے۔ اور" وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ وَ لٰکِنۡ لَّا تَفۡقَہُوۡنَ تَسۡبِیۡحَہُمۡ"[26]میں بھی یہی مراد ہے کہ ہر شئ کی تسبیح کے اسرار کو اللہ جانتا ہے ورنہ ظاہراً تو معمولی عقل والا شخص بھی جانتا ہے کہ کہ ہر خشک و تر اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

۳: لسان العرب میں فقہ کا معنی مطلقاً" فہم " کے بھی مذکورہ ہیں:"والفقہ الا صل الفھم یقال :اوتی فلا نأفقھا فی الدین ای فھما منہ"[27](فقہ اصل میں فہم مطلق کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں کو دین میں فقہ عطا کی گئی، یعنی اسکا فہم دیا گیا)۔ یہاں فقہ کا معنی مطلقاً فہم کے ہے خواہ مفہوم دقیق ہو یا نہ ہو اور خواہ، متکلم کی غرض جان کر ہو یا کسی اور ذریعہ سے ہو اور یہی معنی رائج العام ہیں قرآن و حدیث سے اس بات کی تائید بھی ہوتی ہے۔

فقہ کا اصطلاحی معنی:

فقہاء کے نزدیک "فقہ" کے اصطلاحی معنی: فقہ حنفی کی مشہور کتاب "دُرِ مختار" میں ہے:"حفظ الفروع و أقلہ ثلاث"[28](فقہ مسائل کے یاد رکھنے کا نام ہے اور حفظ مسائل کا کمتر مرتبہ یہ ہے کہ تین مسائل یاد ہوں) اور پھر انہوں نے صاحبِ متن کی پیروی کرتے ہوئے کتاب "الوصایا" میں اس کے مفہوم میں پائی جانے والی وسعت کو یہ کہہ کر کچھ محدود کر دیا:"وعن ابی یوسف ید خلو ن اوصی بثلث ما لہ الی الفقھا ء دخل منہ من ید قق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتھا کذا فی القنیۃ قال حتی قبل من حفظ الو فا من المسائل لم ید خل تحت الو صیۃ"[29](امام ابو یوسف[30] سے مروی ہے کہ ثلث مال کی فقہاء کے لئے اس وصیت میں صرف وہی ہو گا جو مسائل شرعیہ میں دقیق نظر رکھتا ہو۔ اگرچہ تین مسئلوں کو ان کے دلائل کے ساتھ جانتا ہو اور اسی طرح "القنیہ" میں ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ کوئی ہزاروں مسائل (بلا ادلہ) حفظ کر لے وہ اس وصیت میں داخل نہیں ہو گا)۔ امام اعظم

---

[24] الانعام:98

[25] ہود:91

[26] الا سراء :44

[27]۔ ابن منظور افریقی متوفی (711ھ)، لسان العرب۔ بیروت، دار صادر ۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵، ج1/ص89۔

[28] الحصکفی ،علاؤ الدین محمد بن علی محمد ،الدر المختار فی شرح تنویر الابصار ، کراچی ایچ ایم سعید کمپنی سنہ ندارد، ج1،ص5۔

[29] الحصکفی ،علاؤ الدین محمد بن علی محمد ،الدر المختار فی شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا ۔باب الوصیۃ اللا قارب وغیر ہم کراچی ایچ ایم سعید کمپنی سنہ ندارد۔ ص 230۔

[30] ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم بن حبیب، 113ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے۔ امام ابو حنیفہ کے مایہ ناز شاگرد اور حنفی مذہب کے امام مانے جاتے ہے۔ خلیفہ مہدی اور ہارون لارشید کے عہد میں قضاء کے محکمے پر فائز تھے۔ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے "قاضی القضاۃ" کے خطاب سے نوازا گیا۔ 182ھ کو بغداد میں وفات پا گئے۔ وفیات الاعیان ج6ص378۔

[31]ابو حنیفہؒ سے فقہ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:''معرفۃ النفس مالھا و ما علیھا ''[32]فقہ کی اس تعریف میں اعتقادیات(علم الکلام)اور وجدانیات(علم تصوف) بھی شامل تھے۔ مالھاسے مراد"ماینتفع بہ النفس'' ہو جو ثواب کی صورت میں ہو ااور ماعلیہاسے مراد ''ما یتضرر بہ فی الا خرہ'' ہو جو عتاب وعقاب کی صورت میں ہو۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَہَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْہَا مَا اكْتَسَبَتْ ''[33]۔شوافعؒ نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے:''العلم بالا حکام الشرعیۃ العملیۃ من ادلتھا التفصیلۃ''(شریعت کے احکام کا ادلہ تفصیلیہ سے جاننا فقہ ہے)۔[34]

امام رزایؒ نے فرمایا:''الفقہ فی اصطلاح العلماء عبارۃ :عن الاحکام الشرعیۃ العملیۃ المستدل علی اعیانھا ،بحیث لا یعلم کونھا من الدین ضرور ۃ''۔[35]

اس طرح ابن حاجب[36] نے ان کلمات کے ساتھ تعریف کی:''العلم بالا حکام الشرعیۃ العملیۃ من ادلتھا التفصیلیۃ با لا ستد لا ل''۔[37](شریعت کے علمی احکام کا ادلہ تفصیلیہ سے استدلال کے ساتھ جاننا فقہ ہے)اس سے یہ فائدہ ہوا کہ علم اللہ، علم الرسول ﷺ علم جبرائیلؑ اور علم عقلاً، فقہ کی تعریف سے خارج ہوگئے کیونکہ ان کے علم کا حصول بالاستدلال نہیں ہوتا۔

قاضیؒ[38] نے یہ تعریف کی''العلم بالا حکام الشرعیۃ العملیۃ المکتسب من دلتھا التفصیلیۃ'' ۔[39]وہ علم شریعت کے علمی احکام کا علم جو ادلہ تفصیلہ سے مکتسب ہوئے ہو۔

اصول فقہ کی تعریف:

اصول فقہ کی مختلف تعریفات کی گئی ہے جن میں چند مشہور تعاریف درجہ ذیل ہے۔

---

[31]نعمان ابن ثابت بن زروطابن مربان،80ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے۔امام ابو حنیفہ کے نام سے مشہور ہے۔آپ فقہ حنفی(اسلامی فقہ) کے بانی تھے آپ ایک تابعی مجتہد،فقیہ اور اسلامی قانون کے اولین تدوین کرنے والوں میں شامل تھے۔150ھ میں بغداد مین وفات پاگئے تھے۔وفیات الاعیان ج2ص205۔

[32]القاری،ملا علی قاری حنفی،(1014ھ)،شرح الفقہ الاکبر،قدیمی کتب خانہ کراچی۔ص10۔

[33]البقرہ:286۔

[34]صدر الشریعہ،عبد اللہ بن مسعود حنفی ، التنقیح والتوضیح والتلویح ۔کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ، ص26۔

[35]۔رازی امام شافعی(606ھ)، المحصول فی علم لا صول ،بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ ۔۱۹۸۸ء، ج1 ص10۔

[36]ابن الحاجب، عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس،570ھ کو اسنادیار مصر میں پیدا ہوئے فقہ مالکی کے کباء علماء میں سے تھے قاہرہ مین رہائش پذیر رہے بعدمی دمشق رہائش اختیار کی بہت سے کتابوں کے مصنف رہے مشہور کتابوں میں سے کافیہ،شافیہ، مختصر الفقہ، منتھی السول والٔاول فی علم الفقہ جسے نایاب کتب شامل ہے۔646ھ کو اسکندریہ میں عفات پاگئے الاعلام للزرکلی۔ج2ص211۔

[37]ابن حاجب مالکیؒ۔جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر ابی بکر،(570 ھ) ،کتاب مختصر المنتھی الا صولی ۔مصر قاہرہ مطبعہ کردستان العلمیہ ۱۳۲۶ھ , ص 3.

[38]عبد اللہ بن عمر بن محمد بن علی۔685ھ یا692ھ کو بیضاء میں پیدا ہوئے۔ایران کے مشہور عالم دین اور مفسر تھے۔شیراز کے"قاضی القضاۃ"رہے۔دیگر علوم وفنون مہارت کے ساتھ ساتھ علم الکلام میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔مشہور متداول تفسیر بیضاوی کے مصنف ہے۔شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ج1ص519۔

[39]الاسنوی۔جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن شافعی م(776ھ)، نہا یۃ السول ، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۴ء , ج1 ص26.

* ابن اللحامؒ [40] نے اصول فقہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :"العلم بالا حکام الشرعیۃ الفرعیہ عن ادلتها التفصیلیۃ بالا ستدلال"۔[41]
* امام فخر الدین رازیؒ نے اصول فقہ کی یہ تعریف بیان کی:"اصول الفقہ عبارة عن :"مجموع الفقہ علی سبیل الا جمال و کیفیۃ الا ستدلا ل بها و کیفیۃ حال المستدل بها" ۔[42]
* سیف الدین الآمدیؒ نے یہ تعریف کی:"اصول الفقہ :"هی ادلۃ الفقہ وجهات دلا لاتها علی الا حکام الشرعیۃ ،وکیفیۃ حال المستدل بها من جهۃ الجملۃ لا من جهۃ التفصیل" ۔[43]
* ابن حاجبؒ نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف کی:"اما حده لقبا :"فالعلم با لقواعد التی یتوصل بها الی استنبا ط الا حکام الشرعیۃ الفرعیۃ من ادلتها التفصیلیۃ۔"[44](اصل فقہ قواعد کے جاننے کا نام ہے جن سے احکام شرعیہ فرعیہ کا دلائل سے استنباط کرنا حاصل ہو)۔
* قاضی بیضاویؒ نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف کی:"اصول الفقہ :معرفۃ دلائل الفقہ اجمالاً وکیفیۃ الا ستفاده وحال المستفید ۔"[45](اصول فقہ فقہ کے اجمالی دلائل اوران سے استفادہ کی کیفیت اور مستفید (مجتہد) کے حال کی معرفت کا نام ہے۔
* صدر الشریعہؒ [46] نے اصول فقہ کی تعریف یوں کی ہے۔"بل هو علم بکل احکام شرعیہ العلمیۃ التی قد ظهر نزول الو حی بها والتی انعقد الا جما ع علیها من اولتها مع ملکۃ الا ستنباط الصحیح منها "[47](فقہ ان تمام احکام شرعیہ علمیہ کے جاننے کا نام ہے جو بذریعہ وحی ہمارے سامنے ظاہر ہوئے ہوں یا آدلہ شرعیہ سے ان احکام شرعیہ پر صحیح نتائج کا استنباط کرنے کے ملکہ کے ساتھ ظاہر ہوئے ہوں)۔

اصول فقہ کی تشکیل اور ارتقائی ادوار:

علمِ فقہ اور علمِ اصولِ فقہ کا تاریخی آغاز بنیادی طور پر ایک ہی عہد سے جڑا ہوا ہے، کیونکہ کسی بھی ضابطے کا مادی وجود اس کے حقیقی محرکات کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔ انسانی معاشرت کا یہ مسلمہ خاصہ ہے کہ سماج میں افراد کے باہمی تعامل اور اجتماعی زندگی کے تقاضوں کو منظم

40ابن اللحام، علاء الدین ابو الحسن علی بن مهمد بن عباس الدمشقی الحنبلی۔752ھ میں بعلبک میں پیدا ہوئے۔ فقہ حنبلی کے پیروکار تھے۔اور بعلبک کے قاضی بھی رہے ۔اصول فقہ کے مایہ ناز علماء کرام میں شمار ہوتے ہیں اصول فقہ میں تصانیف بھی تحریر کیے ہیں۔803ھ کو دمشق میں وفات پا گئے۔الاعلام للزرکلی ج5ص7۔

41 ابن اللحام، علی بن محمد بعلی بن عباس بن شیبان البعلی حنبلی، المختصر فی اصول الفقہ علی مذهب لامام احمد بن حنبل،، تحقیق محمد مظہر بقا،مکہ المکرّمہ جامعہ الملک عبدالعزیز ۱۹۸۰ء۔۱۴۰۰ھ, ص31.

42الرازی، محمد بن عمر بن الحسین شافعی متوفی(606ھ) المحصول فی علم الا صول ،بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء, ج۱ص۱۱.

43الآمدی، سیف الدین ابو الحسین علی بن ابی علی شافعی متوفی (631ھ)، الاحکام فی اصول لاحکام, بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۶ء, ج۱ص۱۰.

44ابن الحاجب، عضد الدین عبد الرحمٰن بن احمد الایجی شافعی(756ھ)، شرح العقد علی مختصر ابن الحاجب، مصر مطبعہ الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ، ج1ص18۔

45الاسنوی، جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن شافعی(776ھ)۔نہایتہ السول, بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۴ء, ج۱ص25۔23.

46صدر الشریعہ، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن المحبوبی البخاری، علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور مشہور حنفی اصولی علماء میں سے تھے۔بہت سے کتابوں کے مصنف تھے مشہور کتاب نن اصول فقہ میں التنقیح فی اصول الفقہ تحریر کی 747ھ کو بخارا میں فوت ہوئے تھے۔الاعلام للزرکلی ج4ص197۔

47صدر الشریعہ، عبید اللہ بن مسعود حنفی، التوضیح، کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ، ص36۔

کرنے کے لیے ہمیشہ قوانین اور ضابطوں کی ضرورت رہی ہے۔ چنانچہ انسانی برادری میں پیدا ہونے والے نزاعات، اختلافات اور تصفیہ طلب معاملات کو حل کرنے کے لیے اصولی بنیادوں پر قانون سازی کی گئی، اور انہی شرعی قوانین کے اساسی قواعد کو اصطلاحی زبان میں 'اصولِ فقہ' کا نام دیا گیا۔ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے اگرچہ دونوں علوم کا سرچشمہ ایک ہی دور ہے، تاہم جزئی مسائل پر مبنی اطلاقی فقہ کی باقاعدہ جمع و تدوین، اصولِ فقہ کے ایک مستقل علم کی حیثیت سے مرتب ہونے سے پہلے عمل میں آچکی تھی۔ اس مروجہ ترتیب کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اصولِ فقہ کے قواعد کا فکری وجود فقہ کی تدوین کے بعد ہوا، یا ابتدائی فقہاء استنباطِ احکام کے مروجہ اسالیب سے نابلد تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس فن کے تمام بنیادی قوانین اور مناہج، عہدِ رسالت مآب ﷺ، عصرِ صحابہؓ اور ائمہ مجتہدین کے فکری و اجتہادی شعور میں راسخ تھے۔ وہ درپیش مسائل کا حل انہی غیر مکتوب ضوابط کی روشنی میں تلاش کرتے تھے، اگرچہ اس دورِ اولیں میں ان قواعد کی زبانی صراحت یا علیحدہ مکتوب تدوین کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی۔ "مثلاً عبد اللہ بن مسعودؓ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ میں ایک فقیہ صحابی تھے وہ فرماتے تھے کہ جس حاملہ عورت کا شوہر کا انتقال ہو گیا ہو اسکی عدت وضع حمل یعنی بچی کی پیدائش کے ساتھ ہی ختم ہو جائیگی۔ اور اپنے اس قول کی تائید میں قرآن مجید کی ایت پیش فرماتے تھے۔ "وَ اُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُہُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَہُنَّ"[48] (اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں)۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ سورہ طلاق جس میں یہ آیت سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور سورہ بقرہ میں اس عورت کی عدت کے بارے میں جس کا شوہر مر جائے ایک دوسری آیت ہے '' وَ الَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡکُمۡ وَ یَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا یَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِہِنَّ اَرۡبَعَۃَ اَشۡہُرٍ وَّ عَشۡرًا ''[49] (جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن تک روکے رکھیں)۔ اب اس مسئلہ میں انہوں نے دور حاضر میں اصول کے مطابق قران مجید کو اولین ماخذ اور قانون کا درجہ دیا اور یہی مقام اس ماخذ کا آج تک ہے" [50]۔

اصول فقہ دور نبوی ﷺ میں:

علمِ اصولِ فقہ اپنے فکری آغاز کے اعتبار سے فقہ کا ہم سفر رہا ہے، اور یہ دونوں علوم عہدِ رسالت مآب ﷺ سے ہی باہم لازم و ملزوم کی حیثیت سے رائج رہے ہیں۔ بلکہ اگر گہرائی میں دیکھا جائے تو اصولِ فقہ کا فکری وجود فقہ کی مادی تشکیل سے بھی مقدم ہے، کیونکہ یہ علم استنباطِ احکام کے لیے اساسی دساتیر مہیا کرتا ہے اور نو پید مسائل کی شرعی جانچ کے لیے ایک مستند ترازو (میزان) کا درجہ رکھتا ہے۔ اہلِ علم اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ انسانی مسائل کے تصفیے کے لیے ہمیشہ کچھ اخلاقی، قانونی، تہذیبی یا علاقائی معیارات ناگزیر ہوتے ہیں، اور کوئی بھی مسئلہ ٹھوس بنیادوں کے بغیر حل نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمانوں کے سماجی و قانونی مسائل کے حل کے لیے یہی اساسی بنیادیں 'اصولِ فقہ' کہلاتی ہیں، جو ضابطۂ فقہ میں روح کی طرح جاری و ساری تھیں۔ تاہم، باقاعدہ تدوین و مکتوب سازی کے میدان میں اصولِ فقہ کو فقہ پر اولیت حاصل نہ ہو سکی، کیونکہ عصرِ رسالت میں ان قواعد کو دفتری یا کتابی شکل دینے کی حاجت ہی نہ تھی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ زمانۂ نبوت میں رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی خود شریعت کا مآخذ اور مرکز و محور تھی، اور ہر قسم کے فتاویٰ و مسائل کا حتمی مرجع آپ ﷺ کا وجودِ مسعود تھا۔ اسی لیے اس دورِ مبارک میں استنباط کے مروجہ فارمولوں یا تحریری ضوابط کی ضرورت مفقود تھی۔ اس کے باوجود، آنحضرت ﷺ نے نصوص (قرآن و سنت) میں

---

[48] الطلاق: 4

[49] البقرہ: 234

[50] ڈاکٹر احمد حسن جامع الاصول۔ شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، ص37.

صریح حکم نہ ہونے کی صورت میں، احکام تک رسائی کے اجتہادی طریقوں کی خود رہنمائی فرمائی۔ آپ ﷺ کے عہد میں جب صحابہ کرامؓ کے مابین بعض فروعی معاملات میں فہم کا اختلاف پیدا ہوا، تو یا تو آپ ﷺ نے وحی کی روشنی میں اس کا قطعی فیصلہ فرمادیا، یا پھر فکری وسعت کے پیشِ نظر اس میں اجتہاد کی گنجائش برقرار رکھی۔ یہی وہ اجتہادی رخصت تھی جو آپ ﷺ کے وصال کے بعد، امت کے لیے سراپا خیر ثابت ہوئی اور فقہاء صحابہؓ کے مابین جائز اصولی و فروعی اختلافات کا پیش خیمہ بنی۔"[51]۔

اصول فقہ دور صحابہؓ و تابعین میں:

عصرِ رسالت کے بعد جب مسلم معاشرے کو نت نئے اور پیچیدہ واقعات کا سامنا کرنا پڑا، تو کتاب و سنت سے ان کے شرعی احکام مستنبط کرنے کی شدید ضرورت پیش آئی۔ اس کے باوجود، صحابہ کرامؓ نے اصولی ضوابط کو مکتوب شکل دینے یا باقاعدہ اصطلاحی مباحث ایجاد کرنے کی حاجت محسوس نہیں کی؛ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ عربی زبان ان کی مادری لسان تھی اور وہ اس کے اسالیبِ بیان اور بلاغت سے مکمل طور پر شناسا تھے۔ وہ اس حقیقت کو بخوبی جانتے تھے کہ عربی الفاظ اور عبارات اپنے معانی پر کس طرح دلالت کرتے ہیں۔ مزید برآں، ایک طویل عرصے تک بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضری اور صحبتِ نبوی کی برکت سے وہ شریعت کے اسرار و رموز، اس کی غایات و حِکم، آیاتِ قرآنی کے اسبابِ نزول اور احادیث کے سیاق و سباق (موقع و محل) سے کامل طور پر واقف تھے۔ استنباطِ احکام میں صحابہ کرامؓ کا منہج یہ تھا کہ جب بھی کوئی نیا مسئلہ سامنے آتا، تو وہ سب سے پہلے اس کا حل قرآنِ کریم میں تلاش کرتے۔ اگر وہاں صراحت نہ ملتی، تو سنتِ نبوی ﷺ کی طرف رجوع فرماتے، اور اگر ذخیرۂ حدیث میں بھی کوئی واضح نص نہ ملتی، تو وہ شریعت کے ان کلی مقاصد اور نصوص کے اشارات کی روشنی میں اجتہاد کرتے جن کا فہم انہیں پہلے ہی سے حاصل تھا۔ چونکہ طویل رفاقتِ نبوی کے باعث ان میں ایک ملکوتی فقہی ذوق راسخ ہو چکا تھا، اور وہ ذہن کی تیزی، نفس کی پاکیزگی اور فہمِ رسا میں منفرد مقام رکھتے تھے، اس لیے انہیں اجتہاد کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی تھی، اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے قواعد کو مدون کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ صحابہ کرامؓ کا مبارک دور اسی نہج پر گزرا جہاں اجتماعی اور انفرادی مسائل اصولی قواعد کے مطابق حل تو ہوتے رہے مگر وہ کتابی شکل میں محفوظ نہیں ہوئے۔ یہی ترتیب دورِ تابعین میں بھی برقرار رہی۔ تابعینِ عظام چونکہ صحابہ کرامؓ کے براہِ راست شاگرد اور تربیت یافتہ تھے، اس لیے وہ بھی فقہی مسائل میں استدلال اور اجتہاد کے وقت اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلے۔ چنانچہ ان کے اعلیٰ علمی معیار اور صحابہ کی صحبت کے اثر کے باعث، عہدِ تابعین میں بھی اصولِ فقہ کو ایک مستقل فن کے طور پر مدون کرنے کی احتیاج باقی نہ رہی۔[52]

اصول فقہ کا تدوینی دور:

عصرِ تابعین کے اختتام پر جب اسلامی ریاست کی حدود جغرافیائی طور پر وسیع ہوئیں، تو مسلم معاشرے کو اچھوتے اور پیچیدہ مسائل و واقعات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دور میں عربوں کا غیر عرب اقوام (عجم) کے ساتھ اس بڑے پیمانے پر اختلاط ہوا کہ نو مسلم خطوں میں عربی زبان اپنی اصل لسانی فصاحت اور لغت پر برقرار نہ رہ سکی۔ سلطنتِ اسلامیہ کی اس وسعت کے باعث یہ ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ تمام نئے مفتوحہ علاقوں کے عدالتی و قانونی نظام کو یکساں شرعی خطوط پر استوار کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے ناگزیر تھا کہ عہدِ

---

[51] ڈاکٹر احمد حسن، جامع الاصول شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، ص37.

[52] خاکوانی، ڈاکٹر محمد باقر، اسلامی اصول فقہ ادبیات، اردو بازار لاہور، 2016ء، ص93۔

رسالت ﷺ اور عصرِ صحابہؓ کے غیر مکتوب اجتہادی اصولوں کو ایک متبوب اور منظم شکل دی جائے، تاکہ مشرق و مغرب کی مسلم اقوام ان اساسی ضوابط کی روشنی میں اپنے انفرادی و اجتماعی تنازعات کا فیصلہ کر سکیں۔

یہی وہ تاریخی پس منظر تھا جس نے اجتہاد اور ائمہ مجتہدین کے سنہری دور کی بنیاد رکھی۔ استنباطِ احکام کے مناہج میں تنوع پیدا ہوا اور علمی و اصولی ابحاث کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ ان بدلتے ہوئے حالات کے پیشِ نظر فقہاء کرام نے محسوس کیا کہ اجتہاد کے لیے ایسے مستند قواعد اور ضوابط وضع کیے جائیں جو آراء کے اختلاف کی صورت میں مجتہدین کے لیے حتمی مرجع اور درستیِ فکر کا معیار (میزان) ثابت ہو سکیں۔ ان اصولی قواعد کی تشکیل میں عربی زبان کے لسانی قوانین، شریعت کے مقاصد و اسرار، انسانی مصالح کی رعایت اور صحابہ کرامؓ کے طرزِ استدلال سے بنیادی مدد لی گئی۔ انہی قواعد، مباحث اور ضوابط کے مجموعے کا نام علمی اصطلاح میں 'اصولِ فقہ' قرار پایا۔ اپنی ابتدائی مکتوب شکل میں یہ علم فقہاء کے کلام، فتاویٰ اور فروعی احکام کی مختلف توضیحات کے اندر بکھرا ہوا نظر آتا تھا۔ جب بھی کوئی فقیہ کسی فرعی حکم کو بیان کرتا، تو وہ اس کی شرعی دلیل کے ساتھ ساتھ اس کے وجہِ استدلال پر بھی گفتگو کرتا تھا۔ آگے چل کر فقہاء کے مابین پیدا ہونے والے علمی ابہامات اور ائمہ کے فروعی اختلافات نے اصولِ فقہ کے ضوابط کو مزید مستحکم اور واضح کیا۔ ان تمام علمی مباحث اور اختلافات کے باوجود، ان مجتہدینِ عظام کا اصل سرچشمہ کتاب و سنت ہی رہے، اور وہ اپنے اصولی استدلال کو ہمیشہ عہدِ صحابہؓ اور عصرِ تابعین کے تعامل اور مروجہ واقعات سے مدلل کرتے تھے۔[53]

دورِ نبوی ﷺ کے اہم مآخذ قانون:

عصرِ رسالت کے بعد جب صحابہ کرامؓ بالعموم اور خلفائے راشدینؓ بالخصوص نوپید مسائل اور انتظامی چیلنجز سے نبرد آزما ہوئے، تو انہوں نے مآخذِ شریعت (کتاب و سنت) سے اسی منہج پر رہنمائی حاصل کی جو عہدِ نبوی میں ان کا معمول تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن و سنت کے بنیادی مآخذ کے علاوہ، اپنے اصحاب کی ذاتی نگرانی میں اجتہاد اور قیاس کی فکری و عملی تربیت فرمائی تھی، جس کی واضح مثالیں ذخیرۂ حدیث میں موجود ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا واقعہ نہایت اہمیت کا حامل ہے؛ جب انہیں یمن کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا جا رہا تھا، تو حضور ﷺ کے اس سوال پر کہ 'اگر کسی معاملے کا حل قرآن و سنت میں نہ ملے تو کیا کرو گے؟'، انہوں نے عرض کیا تھا کہ 'میں اپنی رائے اور فہم کے مطابق اجتہاد کروں گا'۔ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف ان کے اس اصولی جواب کی توثیق و تحسین فرمائی، بلکہ اس پر دلی مسرت کا اظہار بھی کیا۔ یہ واقعہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ اصولِ اجتہاد نہ صرف عہدِ نبوی ﷺ میں عملاً متعارف ہو چکا تھا، بلکہ اسے اسلامی قانون سازی میں ایک مسلمہ اور طے شدہ مآخذ کی اصولی حیثیت حاصل ہو چکی تھی۔"[54]

صحابہ کرام کے دور میں اصول فقہ کا ارتقاء:

عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کرام کے قیاس کے ذریعہ حکم شرعی معلوم کرنے کے واقعات کثرت سے ہیں۔ کہ علامہ ابن قیمؒ[55] نے ان واقعات کو متواتر قرار دیا ہے۔ جن سے علم قطعی حاصل ہو جاتا ہے۔ قیاس کی طرح کتب حدیث میں صحابہ کرام کی طرف سے استدلال، استحسان اور استصحاب کے

53۔ لقمان احمد، ایم فل مقالہ، فیوض الباری لاصول الشاشی کا اردو ترجمہ، تحقیق تعلیق، اسلامیہ کالج پشاور، ص20۔

54۔ لقمان احمد، ایم فل مقالہ، فیوض الباری لاصول الشاشی کا اردو ترجمہ، تحقیق تعلیق، اسلامیہ کالج پشاور، ص21۔

55 ابن قیمؒ، محمد بن ابو بکر ایوب بن سعد الزرعی الدمشقی۔ 691ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے مشہور شاگرد تھے۔ اپنے دور کی کبار علماء حنابلہ میں شمار ہوتے ہیں۔ تصنیف کے میدان میں بہت تالیفات چھوڑے ہیں۔ تمام علوم و فنون میں مایہ ناز حیثیت رکھتے تھے۔ نحو، اصول اور تفسیر کے میدان میں ممتاز مقام کے حامل ہے۔ 751ھ میں دمشق میں وفات پا گئے۔ الاعلام للزرکلی ج6 ص56۔

اصولوں پر عمل کرنے کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک میں اسی تربیت نبوی سے کام لیتے ہوئے اجتھاد وقیاس اور استدلال اور استحسان کے اصولوں پر عمل کیا گیا اور اصول فقہ کی ایسے اصول وکلیات طے پا گئے جن پر اس پورے علم کا دارومدار ہے۔

بہت سے ایسے اہم اصول وکلیات ہیں جو عہد صحابہؓ میں موجود تھے اُس پر عمل ہوتا تھا اور جن کی بنیاد پر اصول فقہ کے بہت سے اصول واحکام مرتب کئے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ان دونوں اصولوں پر عمل درامد شروع ہو گیا تھا۔ صحابہ کرام جب بھی اجتھاد سے کام لیتے یا قیاس کی بنیاد پر کوئی حکم معلوم کرتے تو اس کو فورا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے، اگر وہ اجتہاد درست ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کی توثیق فرمادیتے ورنہ اس میں مناسب اصلاح فرمادیتے تھے۔ اور غلطی کی نشان دہی کر دیتے تھے۔ عہد نبوی ﷺ میں اجماع نہیں ہوتا تھا کیونکہ اجماع کی تعریف میں مذکورہ ہے کہ اجماع امت نبی ﷺ کے وفات کے بعد ہوگئی جن مسائل کی ضرورت بعد میں محسوس ہوئی تو اس مسائل کے حل کے لیے امت مسلمہ تمام مجتہدین مل کر کے قرآن وسنت کی روشنی میں کسی ایک امر پر اتفاق ظاہر کریں۔ اسے اجماع کہا جائے۔

تاہم نبی اکرم ﷺ کے وفات کے بعد صحابہ کرام نے اتفاق رائے کے ساتھ کتاب وسنت کے بعد کا درجہ قیاس کو نہیں دیا بلکہ تیسرا درجہ اجماع کو دیا اور اسی بنیاد پر معملات اور مسائل کو حل کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں بیان ہوتا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے کوئی معاملہ پیش ہوتا تھا تو سب سے پہلے کتاب اللہ میں اس کا حکم تلاش کرتے تھے۔ وہاں اس کا حکم مل جاتا تو اس کے مطابق اس کا فیصلہ کرتے تھے کتاب اللہ میں اس مسئلے کا حل نہ ملتا تو اگر خود ان کے علم میں کوئی حدیث ہوتی جس کی روشنی میں معاملہ حل کیا جاسکتا ہو تو اس مطابق اس کا فیصلہ کرتے ورنہ مسلمانوں سے معلوم کرتے کہ کیا ان میں سے کسی کے علم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس معاملہ کا کیا فیصلہ فرمایا ہے۔ اگر کسی کے پاس متعلقہ معاملہ کے بارہ میں کوئی حدیث ہوتی تو پیش کر دیتا اور یوں معاملہ کا فیصلہ ہو جاتا۔ اگر ایسا نہ ہو سکتا تو وہ صحابہ میں سے بہترین افراد یعنی علماء کو جمع کرتے تھے اور ان سے اس معاملے کے بارے میں مشورہ کرتے تھے مختلف اراء آجاتے پھر ایک رائے کسی ایک معاملہ میں متفق ہو جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ یہی طرز عمل دوسرے خلفاء کا بھی رہا۔ انہوں نے اس میں اتنا اضافہ کیا کہ سنت رسول اللہ ﷺ سے رہنمائی نہ ملنے کی صورت میں وہ اجماع سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور کی نظیر دریافت کرتے اور اگر کوئی نظیر مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اور اگر کسی معاملہ میں حضرت ابو بکرؓ کی نظیر بھی نہ ملتی تو پھر اجماع امت کا بندوبست واہتمام فرماتے۔ اسی طرح مختلف مسائل کو حل کرنے کے لیے جو تصورات اور قواعد سامنے آتے تھے ان پر سب صحابہ کرام اتفاق کرتے تھے اور ان قواعد فقیہ کے ذریعے مسائل کو حل کرتے تھے۔ جن کے مثالیں اصول فقہ کے بڑے بڑے کتابوں میں ملتی ہیں۔ حضرت عمرؓ کی دور میں کوڑوں کی سزا تجویز کی گئی اور فرمایا گیا کہ جو شراب پیتا ہے وہ نشہ میں آکر ہذیان بکتا ہے، اور جو شخص ہذیان بکتا ہے وہ بہتان طرازی کر گزرتا ہے جس کی سزا80اسی کوڑے ہے۔ لہٰذا شراب نوشی کی سزا بھی اسی کوڑے ہی ہونی چاہئے۔ قانون سازی کا یہ اصول اصطلاح میں "حکم بالمآل" کہلاتا ہے۔ یعنی کسی چیز کی بابت فیصلہ کرنے میں اس کے انجام اور نتائج کو پیش نظر رکھنا۔[56]

اصول فقہ میں مستقل تصنیفات کا آغاز:

اصول فقہ میں تصنیف کے سلسلے میں سب سے پہلے احناف نے قلم اٹھایا اور انہوں نے اس علم کو مضبوطی عطا کر کے ایک زندہ وجاوید علم کی حیثیت دی۔ احناف کے بعد اس علم کی آبیاری اور اسے عروج سے ہمکنار کرنے میں شوافع نے بڑا کام کیا اور بڑے بڑے ائمہ کرام امام

56خاکوانی، پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خاکوانی، اسلامی اصولِ فقہ، ص95، ادبیات، اردو بازار لاہور۔ 2016ء

جوینی[57] ؒ، امام غزالیؒ[58]، امام رازیؒ، امام بیضاویؒ، وغیرہ نے اس علم پر بہت اعلی درجہ کا اضافہ کیا۔احناف اور شوافع کے کارناموں میں نمایاں میں صرف اتنا فرق ہے کہ احناف نے اصول فقہ کے تمام مباحث کو نقلی اور شرعی اعتبار سے ترغیب دینے پر زور دیا اور اگر کہیں عقلی مباحث کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کو بقدر ضرورت استعمال کیا۔فقہاء احناف کو فقہی باریکیوں پر دسترس اور مسائل فقہیہ سے اصول فقہ کے قواعد و قوانین اخذ کرنے میں ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔احناف اصول فقہ کے قواعد کو ترتیب دیتے ہیں نقل مواد جمع کرتے تھے،اس لئے ان کے مصنفات میں عقلی بحث کم ملتی ہیں اور زیادہ تر مواد قرآن وسنت،صحابہؓ کی اراء اور اقوال کو بنیاد رکھ کہ اصول فقہ کو ترتیب دی گئی ہے۔

فقہاء شافعیہؒ نے احنافؒ کے برعکس اپنی ترتیب میں عقل اور فلسفہ کو ترجیح دیتے ہوئے ان اصول مباحث میں فلسفیانہ مباحث جمع کیں۔اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ شوافع میں اکثر علماء فلسفہ کے بڑے ماہرین تھے۔امام غزالیؒ اور امام رازیؒ جو کہ فلسفہ کے میدان میں امام مانے جاتے ہیں ۔حالانکہ اصول فقہ کو ترتیب دیتے وقت شافعی مسلک کے ابتدائی کتب کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اصولوں کے مطابق اصول فقہ کو ترتیب دی اور اسی طرح حنابلہ نے بھی شوافع کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اصول فقہ مرتب کیا،لیکن حنابلہ نے فلسفہ اور عقلی رجحانات سے کنارہ کشی اختیار کی۔[59] ہر مسلک نے اپنے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے دوسری ہجری کے اوائل ہی سے تالیفات اور تحریری کاوشوں کے سلسلے شروع کیں۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ نے رائے،استنباط،اجتہاد اور استحسان جیسے اصولی مسائل و مباحث پر تحریریں مرتب کیں۔امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں روایت ہے کہ انہوں نے،، کتاب الرائے ،،کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی جس کو بعض مؤرخین نے اصول فقہ کی پہلی باقاعدہ کتاب قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام صاحب کے شاگرد امام محمد بن الحسن[60] الشیبانیؒ نے رحمۃ اللہ علیہ کتاب" اجتہاد و الرای"،کے نام سے تین کتابیں مرتب کیں۔امام[61] مالک رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس اور خبر واحد،اجماع و عمل اہل مدینہ اور اختلاف فقہاء جیسے خالص اصولی مسائل پر امام لیث[62] بن سعدؒ نے انہی مسائل پر امام مالکؒ کے جواب میں بعض اہم اصولی مسائل پر تحریری کاوشیں چھوڑیں۔ان تحریری کاوشوں میں سے آج صرف امام مالکؒ اور امام لیث بن سعدؒ کی تحریریں موجود ہیں۔بقیہ تمام تحریریں آج ناپید ہیں لیکن یہ کتب اور اس قسم کی لاتعداد کتب کا ذکر تاریخ کتب کی اہم

---

[57] امام جوینیؒ، ابو المعالی عبد الملک عبد اللہ، امام الحرمین کے نام سے مشہور رہے۔419ھ کو شہر مستان جوین میں پیدا ہوئے۔ مشہور متکلم فقیہ اور الٰہیات کے عالم تھے۔امام جوینیؒ نے زندگی کا زیادہ حصہ خراسان،نشاپور اور حجاز میں بسر کیا۔امام جوینیؒ مسجد الحرام اور مسجد نبوی ﷺ میں درس و تدریس کرتے تھے۔ بحیثیت خطیب اعظم محدث کے باعث امام الحرمین کہلائے ان کی شہرت ان کی تصنیف "الورقات" سے بھی ہوتی۔478ھ کو بیماری کی قحبی سے اپنے ہی گاؤں جوین می فوت ہوگئے۔ السبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن علی (متوفی 771ھ)- طبقات الشافعیہ الکبری - قاہرہ، مصر، ج5ص76 -

[58] امام غزالیؒ، حجتہ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی450ھ میں علاقہ طیوس،نشاپور میں پیدا ہوئے مشہور مفکر اور متکلم تھے۔زیادہ تر فلسفہ کے علوم میں مصروف رہتے تھے بعد میں بہت بڑے پائے عوض اور بزرگ ہوئے بہت سے معرکتہ الاراء تصانیف لکھی۔505ھ میں طوس میں انتقال کر گئے۔طبقات الشافعیہ ج4ص216۔

[59] خاکوانی پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر،اسلامی اصول فقہ،ص99،ادبیات،اردو بازار لاہور۔

[60] ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن شیبانی،135ھ میں "غوطہ" دمشق کے قریب علاقہ "واسط" میں پیدا ہوئے۔امام ابو حنیفہ کے شاگرد اور مشیر خاص تھے۔فقہ حنفی کے مشہور امام تھے۔فقہ میں بہت سے تصانیف تحریر کیں۔189ھ میں مقام نبویہ نامی بستی میں وفات پا گئے۔وفیات الاعیان ج1ص454۔

[61] امام مالک بن انس بن مالکؒ93ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے،فقہ مالکی کے بانی اور امام تھے۔علم الحدیث اور فقہ کے ماہرین میں تھے۔مدینہ منورہ میں حدیث کا درس دیا کرتے تھے،179ھ کو وفات پا کر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔وفیات الاعیان ج4ص135 ۔

[62] لیث بن سعد بن عبد الرحمن،94ھ کو مصر میں پیدا ہوئے۔اپنے زمانے کے مشہور محدث فقیہ اور امام ہو گزرے ہے۔امام مالکؒ کے ہم علماء میں سے تھے۔175ھ میں قاہرہ میں وفات ہوئے۔الاعلام للزرکلی ج5ص248۔

کتاب "فہرست ابن ندیم" میں موجود ہے جس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ بعد میں دوسری صدی ہجری کے اواخر میں امام شافعیؒ نے اپنا وہ شہرہ آفاق کتاب "الرسالہ" لکھا جس کو اللہ تعالی نے بقائے دوام کی دولت اور شہرت عام کی عزت سے نوازا۔ جیسا کہ پہلے تفصیل سے بیان کیا گیا، یہی وہ کتاب تھی جس نے امام شافعیؒ کو بلاشبہ علم اصول قانون کے مدون اولین کے طور پر دنیائے قانون کی تاریخ میں سب سے نمایاں مقام عطا کیا۔ آج اس کتاب کی وجہ سے مغربی اہل علم پر ہماری علمی بالادستی قائم ہے [63]

جدید دور میں اصول فقہ:

بیسوی صدی کے اوائل سے اصول فقہ نے ایک جدید طرز اختیار کیا لیکن بیسوی صدی کے وسط میں اصول فقہ میں بنیادی پیش رفت ہوئی۔ یہ وہ دور تھا جب دنیا بھر سے بڑے تعداد میں طلبہ فرانس گئے۔ اور وہاں کی یونیورسٹیوں میں قانون کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کیں۔ اور نئے انداز سے اصول فقہ پر کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں استاد مصطفیٰ احمد زرقاء[64] کی کتاب "الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید" ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ معاصر عہد کے ممتاز شامی فقیہ استاد مصطفیٰ احمد الزرقاء نے اصولِ فقہ کے روایتی ڈھانچے سے ہٹ کر، اسلامی قانون کے ذخیرے سے ایک ایسا اچھوتا مواد اخذ کر کے مرتب کیا جو مروجہ اصولی مباحث کا حصہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہ بلاشبہ ایک تاریخ ساز اور منفرد اجتہادی کاوش تھی، جسے استاد زرقاء اور ان کے ہم عصر علماء نے غیر معمولی علمی عرق ریزی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ان حضرات نے متقدمین کے فقہی اثاثے کا عمیق اور تنقیدی مطالعہ کر کے ایسے مابعد الطبیعیاتی اصول اور قانونی نظریات دریافت کیے جن کی باقاعدہ تدوین کی ضرورت اسلاف نے محسوس نہیں کی تھی؛ کیونکہ متقدمین ان تصورات کو کسی الگ ضابطے کے بجائے روایتی انداز میں جزئیات اور فروعی مسائل کے سیاق وسباق میں ہی بیان کر دیا کرتے تھے۔ استاد مصطفیٰ احمد الزرقاء جیسے جلیل القدر اصولیین نے ملکیت، مالک، قبضہ، اور 'حق' جیسے کلیدی فقہی نظریات کو ایک بالکل نئے اسلوب میں مرتب کر کے اصولِ فقہ کے دائرۂ کار کو وسعت دی اور ان مباحث کو جدید قانونی تناظر میں شاملِ نصاب کیا۔

برصغیر میں اصول فقہ پر تدوینی کام:

برصغیر کے علماء کرام کے اصول فقہ پر باقاعدہ تدوینی کام کا آغاز انیسوی صدی عیسوی میں دوران ملا محب اللہ بہاری کی تالیف "مسلم الثبوت" سے ہوتا ہے اس کا تعارف ذیل میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جائے گا ، اس کے بعد اس علم پر اس پایہ کا عالمانہ، فاضلانہ اور وقیع کام ابھی تک سامنے نہیں۔ لیکن علماء نے اس میدان میں اپنے علمی بساط کے مطابق متعدد کتابیں لکھیں علماء کرام نے اپنی حد تک اس علم میں متعدد کتب تصنیف کی ہیں جن میں مولانا امان اللہ بنارسی کی کتاب "المفسر" جس کی شرح بھی انہوں نے خود لکھی تھی۔ مشہور امام المجاہدین شاہ اسماعیل[65] شہیدؒ کی کتاب " مختصر الاصول" بھی اس علم پر ایک مختصر کتاب لکھی۔ برصغیر پاک وہند میں درسی طور پر اصول الشاشی، نورالانوار اور دیگر کے اردو ترجمہ کافی عرصہ سے متداول ہیں لیکن عام فہم اور دور حاضر کی اردو زبان سے مطابقت نہ رکھنے کی وجہ

---

63 ابن ندیم، محمد بن اسحاق، فہرست ابن ندیم ، مصر مطبع رحمانیہ، ص286۔

64 مصطفیٰ احمد الزرقاء 1904ء کو حلب شام میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے مایہ ناز فقیہ اور عالم تھے۔ حنفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ قاہرہ کے یونی ورسٹی میں درس وتدریس کے شعبے سے منسلک رہے۔ 1999ء میں سعودی عرب میں وفات پا گئے۔ الموسوعۃ الحرۃ ویکیپیڈیا/https://ar.wikipedia.orgwiki

65 شاہ اسماعیل شہید بن شاہ عبد الغنی بن شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ۔ 1193ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہوئے شاہ صاحب ایک بہترین عالم ومجاہد تھے۔ تمام تر علوم وفنون اپنے خاندانی علماء کے زیر نگرانی پڑھی۔ 1214ھ میں اپنے شیخ ومرشد سید احمد شہید کے ارشاد کے مطابق انگریزوں اور سکھوں سے جہاد کی اور 1246ھ میں بالا کوٹ کے مقام پر شہید ہوئے وہاں مدفون ہوئے۔ شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ ج2 ص267۔

سے ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہے۔ اس وجہ سے ان کتب کے بہت سے شروح بھی سامنے آئے۔ برصغیر پاک وہند کی خوش قسمتی تھی کہ یہاں پر مدارس اسلامیہ کا جال بچھا ہوا تھا اسی بنا پر مختلف علماء کرام نے مختلف اوقات میں اس فن کو چار چاند لگائیں اور اس فن میں ان مستقل تصانیف اور شروحات تحریر لکھے۔

برصغیر کی درسی روایت :

اگر برصغیر پاک وہند کے فکری و تعلیمی منظرنامے کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے، تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس خطے میں اسلامی علوم کی ترویج کے ابتدائی ادوار میں فقہی اور اصولی میدان پر بنیادی طور پر مکتبۂ فکرِ حنفی کی چھاپ رہی۔ چونکہ یہاں کی مسلم ریاستوں کا عدالتی نظام اور مروجہ قوانین زیادہ تر فقہِ حنفی کے مرہونِ منت تھے، اسی لیے تعلیمی مراکز اور مدارس میں بھی حنفی اصولِ فقہ کی امہات الکتب کو اولیت حاصل ہوئی۔ ان مروجہ اصولی کتابوں کو یہاں کے علمی حلقوں اور صاحبانِ افتاء میں نہ صرف غیر معمولی مقبولیت ملی، بلکہ انہیں نصابِ درس کا ایک لازمی اور کلیدی حصہ قرار دیا گیا۔

اس فکری وابستگی کا ایک مابعد اثر یہ ظاہر ہوا کہ برصغیر کے جلیل القدر مقامی علماء اور اصولیین نے اپنی تمام تر علمی توانائیاں ان مروجہ متون کی گرہیں کھولنے، ان کے ابہامات کو دور کرنے اور ان پر شروحات و حواشی لکھنے پر مرکوز کر دیں۔ انہوں نے عرب دنیا سے آئی ہوئی کتابوں کو مقامی طلبہ کے لیے سہل اور تفہیمی بنانے کو اپنی بنیادی علمی ترجیح سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس خطے کی ابتدائی علمی تاریخ میں علمِ اصولِ فقہ پر نئے اور آزادانہ مناہج کے تحت مستقل تصنیف و تالیف کا کام نسبتاً کم دکھائی دیتا ہے، کیونکہ یہاں کے اسلاف کی زیادہ تر علمی توجہ 'درسی روایت' کے تحفظ اور مروجہ کتب کی فصیح شروحات تک ہی محدود رہی۔ ذیل میں کچھ درسی کتب کا تذکرہ ہے جن میں ان کتب کی علمی مقام اور اہمیت پر کلام کیا گیا ہے۔

مسلم الثبوت:

برصغیر میں سب سے پہلی کتاب علامہ[66] ملا محبّ اللہ محمد بن عبد الشکور بہاری 1119ء نے ”مسلم الثبوت“ کے نام سے عربی زبان میں تالیف کی[67]۔ محب اللہ بہاریؒ کی مایہ ناز تصنیف "مسلم الثبوت "برصغیر پاک وہند کے نصابِ درسِ نظامی میں علمِ اصولِ فقہ کی سب سے دقیق، جامع اور معرکہ الآراء کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی درسی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اصولِ فقہ کے دو بڑے مناہج—یعنی متکلمین (شافعیہ) کے عقلی وکلامی اسلوب اور فقہاء (حنفیہ) کے تفریعی و عملی اسلوب—کا ایک مصفّٰی اور نادر امتزاج ہے، جسے اصطلاح میں "طریقۂ جامع" کہا جاتا ہے۔ کتاب کا اسلوب انتہائی موجز، نپ تلا اور رمز و اشارات سے بھرپور ہے، جو اعلیٰ درجے کے طلبہ میں گہرا علمی تدبر، منطقی استدلال اور فقہی باریکیوں کو سمجھنے کا ملکہ پیدا کرتا ہے۔ مصنف نے اس میں نہ صرف حنفی اور شافعی اصولوں کے علمی اختلافات کو پوری دیانت داری سے پیش کیا ہے، بلکہ نہایت محققانہ انداز میں ان کا محاکمہ بھی کیا ہے۔ اپنی اسی علمی کاٹ، فکری گہرائی اور اچھوتے اندازِ بیان کی وجہ سے "مسلم الثبوت" کو درسِ نظامی کے آخری مدارج میں اصولی استعداد کی معراج سمجھا جاتا ہے، جس کی تفہیم کے لیے بعد میں مختلف علمی تفہیمی شروحات جیسے 'فواتح الرحموت' اور دیگر ضخیم شروحات لکھنی پڑیں۔

---

66 محب اللہ محمد بن عبد الشکور البھاری، الھندی، ”بھار“ کے علاقہ میں پیدا ہوئے اپنے دور کے فقیہ، اصولی منطقی اور قاضی رہے۔ عالمگیر کے زمانے میں لکھنو کے قاضی رہے، پھر حیدر آباد دکن کے قاضی بنے اور پھر قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہوئے مختلف فنون وعلوم میں تصانیف چھوڑی، اصول فقہ کی مشہور متداول کتاب مسلم الثبوت کے مصنف تھے۔ 1119ھ میں وفات پا گئے تھے۔ الاعلام للزرکلی ج5 ص283۔

67 غازی محمود احمد، علم اصول فقہ، شریعۃ اکیڈمی، اسلام آباد، ص53۔

اصول الشاشی:

برصغیر پاک وہند کے روایتی تعلیمی نصاب (درسِ نظامی) میں علمِ اصولِ فقہ کی تفہیمِ نو کے لیے امام اسحاق بن ابراہیم خراسانی شاشیؒ (متوفی 325ھ) کی تصنیف 'اصول الشاشی' کو ایک سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ علمی حلقوں میں اس کتاب کو اس کی افادیت کی بنا پر 'کتاب الخمسین' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی درسی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حنفی اصولِ فقہ کے بنیادی قواعد اور تعریفات کو نہایت عام فہم، مختصر اور مرتب انداز میں پیش کرتی ہے۔ مصنف نے روایتی کلامی ابہام سے ہٹ کر براہِ راست اصولی قواعد کو قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کی ترتیب سے واضح کیا ہے، اور ہر قاعدے کے ساتھ فقہی فروع (مثالیں) اس خوبصورتی سے جوڑی ہیں کہ ابتدائی درجے کا طالب علم بھی اصولی نظریات کا عملی فقہ پر اطلاق آسانی سے سمجھ جاتا ہے۔ اپنی اسی تدریسی تاثیر، موجز اسلوب اور متن کی فصاحت کی وجہ سے اصول الشاشی صدیوں سے برصغیر کے مدارس میں اصولِ فقہ کی پہلی درسی کتاب کے طور پر مقبولِ عام ہے، جو طلبہ میں اعلیٰ کتبِ اصول کے مطالعے کا شوق اور بنیادی ملکہ پیدا کرتی ہے۔

نور الانوار:

برصغیر پاک وہند کے تعلیمی و تدریسی منظر نامے میں علمِ اصولِ فقہ کی تفہیم کے لیے شیخ احمد بن ابو سعید، المعروف ملاجیونؒ (متوفی 1130ھ) کی تصنیف 'نور الانوار' کو مرکزی اور کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ یہ کتاب دراصل امام نسفیؒ کی شہرہ آفاق کتاب 'المنار' کی شرح ہے، جسے ملاجیونؒ نے مکہ مکرمہ کے دورانِ قیام نہایت علمی عرق ریزی سے تحریر کیا۔ اس کتاب کی سب سے بڑی درسی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے 'المنار' کے انتہائی دقیق، لایعنی حد تک مختصر اور پیچیدہ متن کو برصغیر کے طلبہ کے مزاج کے مطابق نہایت عام فہم، سلجھے ہوئے اور رواں اسلوب میں ڈھالا ہے۔ ملاجیونؒ نے دقیق اصولی ابحاث کو حل کرنے کے لیے منطقی ترتیب کا سہارا لیا ہے اور حنفی قواعدِ استنباط کو اتنی صراحت سے واضح کیا ہے کہ طالب علم الجھن کا شکار نہیں ہوتا۔ کتاب کا ایک اور بڑا علمی کمال یہ ہے کہ اس میں اصولی قواعد کے ساتھ ساتھ ان کے مابعد فقہی اثرات اور فروعی مثالوں کو اتنی کثرت اور جامعیت سے پیش کیا گیا ہے کہ طلبہ میں اجتہادی بصیرت اور فقہی ملکہ بیدار ہونے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدیوں سے یہ کتاب درسِ نظامی کے درمیانی مدارج میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور اس خطے کی اصولی روایت کا سب سے معتبر حوالہ مانی جاتی ہے۔

منتخب الحسامی:

برصغیر پاک وہند کے روایتی نصابِ درس میں اصولِ فقہ کی تدریس کا ایک اور نہایت معتبر اور تاریخی نام امام حسام الدین محمد بن عمر الاخسیکثیؒ (متوفی 644ھ) کی تصنیف **'منتخب الحسامی'** ہے۔ تعلیمی حلقوں میں اختصار کی وجہ سے اسے صرف 'حسامی' کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ درسی اعتبار سے اس کتاب کو اصولِ فقہ کے متوسط مدارج میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس کتاب کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے حنفی اصولِ فقہ کے نہایت باریک اور گہرے قواعد کو حد درجہ ایجاز و اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔ حسامی کا اسلوبِ نگارش علمی متانت اور گہرائی کا شاہکار ہے، جہاں کم سے کم الفاظ میں وسیع اصولی ابحاث کو سمیٹا گیا ہے۔ اگرچہ اس کا اجمالی اور رمز و اشارات پر مبنی متن مبتدی طلبہ کے لیے کافی حد تک دقیق اور محنت طلب ہے، لیکن یہی خاصیت اساتذہ کو تفہیم کے نئے در وا کرنے کا موقع دیتی ہے اور طلبہ میں عبارت فہمی کا اعلیٰ ملکہ پیدا کرتی ہے۔ اس کتاب میں ادلۂ اربعہ (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) سے احکام کے استنباط کے طریقوں کو اتنے جاندار منطقی انداز میں ترتیب دیا گیا ہے کہ یہ طلبہ کی فکری اور اجتہادی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے لیے ایک بہترین علمی محرک ثابت ہوتی ہے۔

توضیح التلویح:

برصغیر پاک وہند کے اعلیٰ تعلیمی نصاب میں علمِ اصولِ فقہ کی منطقی، کلامی اور فلسفیانہ جہات کو سمجھنے کے لیے امام صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود المحبوبیؒ (متوفی 747ھ) کی تصنیف 'التوضیح' (جو ان کی اپنی کتاب 'تنقیح الاصول' کی شرح ہے) اور اس پر علامہ تفتازانیؒ کا مایہ ناز حاشیہ 'التلویح' علمی و درسی معراج مانے جاتے ہیں۔ درسی اعتبار سے اس کتاب کو نصابِ درسِ نظامی کے آخری مدارج میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حنفی اصولِ فقہ کو روایتی نقلی انداز سے نکال کر عقلی اور کلامی استدلال کے سانچے میں ڈھالتی ہے۔ صدر الشریعہؒ نے امام فخر الدین رازی اور ابنِ حاجب جیسے کلامی مناہج کے ماہرین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے حنفی قواعدِ استنباط کا حد درجہ جاندار محاکمہ کیا ہے۔ کتاب کا اسلوب نہایت دقیق، فلسفیانہ اور علمی باریکیوں سے لبریز ہے، جو طلبہ میں محض سطحی فہم پیدا نہیں کرتا، بلکہ ان میں عمیق فکری تدبر، پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے کا ملکہ اور اجتہادی بصیرت بیدار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر کے مدارس میں اس کتاب کی تدریس کو اصولی مہارت کا حتمی معیار تسلیم کیا جاتا ہے۔

اصول البزدوی:

برصغیر پاک وہند کی اصولی روایت اور درسِ نظامی کے اعلیٰ مراجع میں امام فخر الاسلام علی بن محمد البزدویؒ (متوفی 482ھ) کی تصنیف 'اصول البزدوی' کو حنفی اصولِ فقہ کا مستند ترین ستون اور ضابطہ مانا جاتا ہے۔ بعد میں لکھی جانے والی کتبِ اصول، جیسے المنار اور حسامی وغیرہ، اسی کتاب کے مناہج اور ابواب بندی کی خوشہ چیں ہیں۔ درسی اعتبار سے اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حنفی اصولِ فقہ کے فقہی اور تفریعی اسلوب (طریقۂ فقہاء) کا عروج ہے۔ مصنف نے اصولی قواعد کو محض نظری بنیادوں پر پیش نہیں کیا، بلکہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کے تخریج کردہ فروعی مسائل سے اصولوں کو اخذ کر کے ان کا باہمی ربط ثابت کیا ہے۔ کتاب کی زبان نہایت ٹھوس، اکیڈمک اور علمی متانت سے لبریز ہے، جو اعلیٰ سطح کے طلبہ میں قانون سازی کا مادہ اور ائمہ احناف کے طریقۂ استدلال کی گہری معرفت پیدا کرتی ہے۔ برصغیر کے علمی حلقوں میں اس کتاب کو اس قدر پذیرائی حاصل رہی کہ اس کی گرہیں کھولنے کے لیے یہاں کے نصاب میں 'کشف الاسرار' جیسی عظیم شروحات کا سہارا لیا گیا، اور اسے اجتہادی بصیرت کے حصول کا ایک لازمی ذریعہ سمجھا گیا۔ یہ تمام

کتب مختلف اوقات میں متعارف ہوئیں اور بعد میں جب یہ قبولیت عامہ حاصل کر گئیں تو ان کے متعدد حواشی لکھے گئے۔ ان کے علاوہ بھی چند کتب متعارف ہوئیں اُن کی کچھ شروح بھی لکھی گئیں لیکن وہ قبولیت عامہ حاصل نہیں کر سکیں۔

خاتمہ:

خلاصہ کلام یہ کہ برصغیر پاک وہند کے روایتی تعلیمی نصاب میں شامل اصولِ فقہ کی متداول کتب محض ایک تاریخی یادگار نہیں، بلکہ یہ ہماری لازوال علمی و فکری تراث کا حصہ ہیں جنہوں نے صدیوں سے مسلم معاشرے کی قانونی اور اجتہادی رہنمائی کی ہے۔ تاہم، موجودہ دور کے بدلتے ہوئے سماجی، معاشی اور قانونی تقاضوں کا سامنا کرنے کے لیے یہ ناگزیر ہو چکا ہے کہ ان کلاسیکی کتبِ اصول کی جدید علمی و اکیڈمک مناہج کے مطابق نو ترتیب کی جائے۔ اس سلسلے میں عصری جامعات اور اعلیٰ تحقیقی مراکز کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان متداول کتب کے اسالیب اور استدلال کے طریقوں کا گہرائی سے تنقیدی و تحلیلی جائزہ لیں۔ ان روایتی مراجع سے ایسے آفاقی اجتہادی اصول اور استنباطی فارمولے برآمد کیے جائیں جنہیں جدید قانونی گتھیوں کو سلجھانے اور عصری مسائل پر نئے اجتہادات کے لیے کارآمد بنایا جاسکے۔ جب تک ہم اپنی اس اصولی تراث کو جدید

اکیڈمک اسلوب میں ڈھال کر عصرِ حاضر کے چیلنجز پر منطبق نہیں کریں گے، تب تک ہم فکرِ اسلامی کی تجدید اور قانون سازی کے میدان میں مسلم امہ کی حقیقی قیادت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

Bibliography

1. Al Quran alkareem.
2. Al-Āmidī, Sayf al-Dīn Abū al-Ḥasan ʻAlī bin Abī ʻAlī al-Shāfiʻī. *Al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām*. Beirut: Dār al-Fikr, 1417 AH / 1996 AD.
3. Al-Asnawī, Jamāl al-Dīn ʻAbd al-Raḥīm bin al-Ḥasan al-Shāfiʻī. *Nihāyat al-Sūl Sharḥ Minhāj al-Wuṣūl*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, 1405 AH / 1984 AD.
4. Al-Ḥaṣkafī, ʻAlāʼ al-Dīn Muḥammad bin ʻAlī Muḥammad. *Al-Durr al-Mukhtār fī Sharḥ Tanwīr al-Abṣār*. Karachi: H.M. Saeed Company, n.d.
5. Al-Ījī, ʻAḍud al-Dīn ʻAbd al-Raḥmān bin Aḥmad al-Shāfiʻī. *Sharḥ al-ʻAḍud ʻalā Mukhtaṣar Ibn al-Ḥājib*. Cairo: Al-Maṭbaʻah al-Kubrā al-Amīriyyah bi-Būlāq, 1316 AH.
6. Al-Qārī, Mullā ʻAlī bin Sulaymān Muḥammad al-Ḥanafī. *Sharḥ al-Fiqh al-Akbar*. Karachi: Qadimi Kutub Khana, n.d.
7. Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad bin ʻUmar bin al-Ḥusayn al-Shāfiʻī. *Al-Maḥṣūl fī ʻIlm al-Uṣūl*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, 1408 AH / 1988 AD.
8. Al-Subki, Taj al-Din ʻAbd al-Wahhab ibn ʻAli (d. 771 AH). *Tabaqat al-Shafiʻiyyah al-Kubra*. Cairo, Egypt
9. Al-Ziriklī, Khayr al-Dīn bin Maḥmūd bin Muḥammad. *Al-Aʻlām*. 15th ed. Vol. 5. Beirut: Dār al-ʻIlm lil-Malāyīn, 2002.
10. Badrān, Abū al-ʻAynayn Badrān. *Uṣūl al-Fiqh*. Egypt: Dār al-Maʻārif, 1965.
11. Ghazi, Maḥmūd Aḥmad. *ʻIlm Uṣūl al-Fiqh*. Islamabad: Shariah Academy, International Islamic University, n.d.
12. Ibn al-Lāḥām, ʻAlī bin Muḥammad bin ʻAlī al-Baʻlī al-Ḥanbalī. *Al-Mukhtaṣar fī Uṣūl al-Fiqh ʻalā Madhhab al-Imām Aḥmad bin Ḥanbal*. Edited by Muḥammad Maẓhar Baqā. Mecca: King Abdulaziz University, 1980.
13. Ibn Ḥājib, Jamāl al-Dīn Abū ʻAmr ʻUthmān bin ʻUmar bin Abī Bakr al-Mālikī. *Mukhtaṣar al-Muntahā al-Uṣūlī*. Cairo: Maṭbaʻah Kurdistān al-ʻIlmiyyah, 1326 AH.
14. Ibn Ḥajar al-ʻAsqalānī, Abū al-Faḍl Aḥmad bin ʻAlī bin Muḥammad. *Al-Durar al-Kāminah fī Aʻyān al-Miʼah al-Thāminah*. 2nd ed. Hyderabad: Majlis Dāʼirat al-Maʻārif al-ʻUthmāniyyah, 1392 AH.
15. Ibn Khallikān, Abū al-ʻAbbās Shams al-Dīn Aḥmad bin Muḥammad bin Ibrāhīm. *Wafayāt al-Aʻyān wa-Anbāʼ Abnāʼ al-Zamān*. Beirut: Dār Ṣādir, n.d.
16. Ibn Mājah, Abū ʻAbdullāh Muḥammad bin Yazīd al-Qazwīnī. *Sunan Ibn Mājah*. Beirut: Dār Ṣādir, n.d.
17. Ibn Manẓūr, Jamāl al-Dīn Muḥammad bin Mukarram al-Ifrīqī al-Miṣrī. *Lisān al-ʻArab*. Beirut: Dār Ṣādir, 1374 AH / 1955 AD.

18. Ibn Nadīm, Muḥammad bin Isḥāq. *Kitāb al-Fihrist*. Cairo: Maṭba‘ah al-Raḥmāniyyah, n.d.
19. Khākwānī, Muḥammad Bāqir. *Islāmī Uṣūl-e-Fiqh*. Lahore: Adabiyat, Urdu Bazar, 2016.
20. Loqmān Aḥmad. "Fuyūḍ al-Bārī: An Urdu Translation, Study, and Critical Editing of Uṣūl al-Shāshī." MPhil thesis, Islamia College Peshawar, n.d.
21. Maḥmūd, Aḥmad Ḥasan. *Jāmi‘ al-Uṣūl*. Islamabad: Shariah Academy, International Islamic University, n.d.
22. *Shāhkār Islāmī Encyclopedia*. Karachi: Dār al-Fayṣal, n.d.
23. Ṣadr al-Sharī‘ah, ‘Ubaydullāh bin Mas‘ūd al-Ḥanafī. *Al-Tanqīḥ wa-al-Tawḍīḥ ma‘a al-Talwīḥ*. Karachi: Nūr Muḥammad, 1400 AH / Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1416 AH / 1996 AD.
24. ‘Alawī, Sayyid Muḥammad bin ‘Alawī al-Mālikī. *Sharḥ Tashīl al-Ṭuruqāt fī Naẓm al-Waraqāt*. Saudi Arabia: Ministry of Publication and Information, 1411 AH.
25. ‘Al-‘Amrīṭī, Sharaf al-Dīn Yaḥyā bin Badr al-Dīn al-Shāfi‘ī. *Tashīl al-Ṭuruqāt fī Naẓm al-Waraqāt*. Saudi Arabia: Ministry of Publication and Information, 1411 AH.
26. Wikipedia contributors. "Al-Mawsū‘ah al-Ḥurrah." Wikipedia, The Free Encyclopedia. Accessed June 15, 2026. ar.wikipedia.org.